ڈاکٹر فہمیدہ تبسم
شعبۂ اُردو، وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو نثری داستانوں کے اہم کردار: مجمل جائزہ

The time period of seventeenth to early twentieth century is called the era of Dastan. In this time period Dastan flourished in all over subcontinent. Dastan is our great literary heritage. No doubt Dastan is the mother of Urdu fiction. This article is a collective study of Dastan and its typical main characters. The main purpose of this article is to show the lost world of Dastan to the reader of this age.

داستان اردو ادب کا ایک لازوال سرمایہ ہے جس کی اہمیت اور وجود سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت یہ داستان ہی تھی جس نے اردو نثر کو وسعت آشنا کیا، عوام وخواص میں مقبولیت عطا کی اور اردو زبان کو ممکنہ حد تک فروغ بخشا۔ ادب کے اسی سرچشمے سے متعدد اصناف سخن کے دھارے پھوٹے جو آج بھی چمنستان ادب کی آب یاری کر رہے ہیں۔ داستان اپنے اندر زندگی کے بے شمار رنگ لیے ایک مخصوص ثقافت کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا تہذیبی منظر نامہ ہے جس سے اس عہد کی معاشرت کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے جو قصے کی مجموعی فضا تیار کرتی ہے۔ داستان کو بآسانی مقیاس تہذیب وتمدن کہا جا سکتا ہے۔

داستان ایک ایسا طلسمی آئینہ ہے جو اپنے محیط میں آنے والی سرگرمیوں کو اپنے خاص زاویوں سے آشکار کرتا ہے۔ طویل عرصہ ہر خاص و عام کے دلوں پر راج کرنے والی اس صنف نثر کا مفہوم اردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''اردو کے نثری قصوں کی وہ قسم، جس کی اساس زیادہ تر خیال آرائی پر ہوتی ہے۔ کردار عموماً مثالی ہوتے ہیں۔ زبان میں تکلف سے کام لیا جاتا ہے۔'' داستان طویل بھی ہوسکتی ہے اور مختصر بھی، اردو داستان کے ذخیرے میں داستان امیر حمزہ جیسی چھیالیس ضخیم جلدوں پر مشتمل داستان بھی ہے اور سلک گوہر جیسی مختصر داستان بھی موجود ہے۔ داستان کہانی کی ایک ہیئت ہے جو طوالت اور اختصار سے عبارت ہے ایک کہانی کے اندر کئی ضمنی قصے بھی ہو سکتے ہیں جو دائرہ در دائرہ کسی کہانی کو آغاز سے انجام تک پہنچاتے ہیں۔ ان میں ہر دائرے کا اپنے مرکزی دائرے سے جڑا رہنا کہانی یا داستان کا مجموعی تاثر تخلیق کرنے کی ضمانت ہے۔ کہانی کی وحدت بھی اس صورت قائم رہ سکتی ہے جب تمام ضمنی واقعات ایک مرکز سے وابستہ ہوں یہی وابستگی داستان کی تکمیل کا باعث بنتی ہے۔

اردو داستان بحیثیت ایک باقاعدہ صنفِ ادب کے ایک خاص عہد میں پیدا ہوئی اور ایک مخصوص دور میں اس کا اختتام ہوا لیکن داستان کے اثرات بہت دُور تک ہمارے ادب کے پہلو بہ پہلو چلے۔ آج تک نہ صرف داستان کی اثر آفرینی قائم ہے بلکہ اس ادبی سرمایے نے جدید اصنافِ سخن پر بھی اپنے نقوش مرتب کیے ہیں۔ بلاشبہ اُردو ادب کے ارتقا میں داستان کا نمایاں کردار ہے۔ بقول ڈاکٹر سہیل بخاری: ''داستانوں نے اردو ادب کو قسم قسم کے اسالیب بیان عطا کیے ہیں۔ سلیس، دقیق، سادہ، رنگیں، عربی فارسی آمیز،

بھاشا آمیز،فطری، مصنوعی،فصیح، بلیغ،مختصر،طویل ۔''[15]

داستان بحیثیت صنف سخن ادوار کی پابندی سے ماورا ہے ۔مطالعے میں آسانی کے لیے اس کے تین ادوار متعین کیے گئے ہیں ۔ ہر دور کی داستان اپنے اسلوب ،موضوع اور کردار نگاری کے لحاظ سے دوسرے ادوار کے ساتھ گہرا ربط رکھتی ہے ۔ان داستانوں کا بنیادی موضوع محبت اور اخلاقی برتری کو عام کرنا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ کا بیان برمحل ہے:

ادب میں اخلاقیات کی کسی رو کا موجود ہونا اتنا تسلیم شدہ ہے کہ محتاج بحث ہی نہیں۔ ادب جیسا بھی ہو کسی نہ کسی انداز سے اخلاق کو چھو کر بڑھتا ہے ۔لہٰذا اخلاق سے منقطع نہیں ہوتا۔[1]

تمام داستانیں شر کی قوت کو مغلوب اور حق کو غالب ظاہر کرتی ہیں ۔ یہ داستانیں زندگی کے خاص وعام معاملات بیان کرتی ہیں ۔ یہ کشاکش ہستی کی روداد ہیں۔ ان کے موضوعات زندگی کے اہم ترین حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں اور انسانی فطرت کے اسرار کو آشکار کرتے ہیں ۔ تمام داستانوں کا مطالعہ تہذیب نفس اور شائستگی کی ترغیب دیتا ہے ۔

اردو ادب میں داستانیں زیادہ تر دو حوالوں سے آئی ہیں ۔ ایک وہ داستانیں ہیں جو فارسی سے اردو میں ترجمہ ہوئیں ۔دوسری قسم ان داستانوں کی ہے جو سنسکرت یا ہندی ادب سے اردو کے ادبی ذخیرے میں وارد ہوئیں ۔ داستان کی ایک تیسری قسم طبع زاد داستانوں کی ہے جو اردو کے صاحب طرز انشا پردازوں نے تصنیف کیں ۔طبع زاد داستانوں کی تعداد سات ہے۔

بلاشبہ ادب اپنے عہد کا ترجمان ہوتا ہے ۔ اردو کی یہ نثری داستانیں بھی نہ صرف اپنے موضوعات اور تہذیبی مرقع نگاری کے حوالے سے اپنے عہد کی تصویر گری کرتی ہیں۔ بلکہ ان داستانوں کے کردار بھی اپنے خاص پس منظر کی موجودگی میں اپنے مزاجوں کے اختلاف اور یکساں معاشرتی رویوں کے ترجمان ہیں ۔ ان کرداروں کی بناوٹ، اٹھان اور کارکردگی کے مجموعی تاثر کا انحصار صرف ان کی شخصی اور نفسی ضروریات اور لوازمات پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا بہت کچھ انحصار اس ماحول پر بھی ہوتا ہے جو کہانی یا داستان کو تخلیق کرتا ہے ۔

اردو داستان کے تمام کرداروں میں علاقائی اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں ۔ عربی پس منظر کی حامل داستانوں مثلاً داستان امیر حمزہ اور بوستان خیال میں کردار نگاری کا معیار ہندی اور فارسی سے ماخوذ داستانوں سے یکسر مختلف ہے ۔عربی مزاج کی حامل داستانوں کے مردانہ کردار فن حرب اور جنگی حکمت عملی کے حوالے سے زیادہ رہنمایاں مقام رکھتے ہیں ۔ ان کرداروں کا مزاج رومانوی ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ شجاعانہ ہے۔ انھیں مہمات سر کرنے اور کشتوں کے پشتے لگا دینے میں خاص کمال حاصل ہے ۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں امیر حمزہ کا کردار ہے۔

بوستان خیال کا مرکزی کردار بھی ایسے ہی اوصاف کا حامل ہے ۔ان کرداروں کی زندگی میں کئی نسوانی کردار آتے ہیں ،ان میں ہرجائی پن نہیں مگر تعدد ازدواج پر یقین رکھتے ہیں جب کہ نسوانی مرکزی کردار اپنے خصائص کے اعتبار سے نازک اندام ، سادہ مزاج اور حسن و جمال کے پیکر ہونے کے علاوہ باوقار بھی ہیں جیسا کہ شمسہ تاجدار کا کردار ہے ۔ یہ نسوانی کردار زیادہ فعال نہیں ہیں اور نسبتاً فارسی اور ہندی داستانوی کردار دھیمے اور خاموش کردار ہیں ۔

ہندی پس منظر سے تعلق رکھنے والی داستانیں عربی ادب سے ماخوذ داستانوں سے مختلف ہیں ۔ ان داستانوں کے مرکزی

کردار وہی خوبیاں اور خامیاں رکھتے ہیں جو ہندوستانی ماحول میں موجود ہیں ۔ ان کرداروں میں مہم جوئی ،شجاعت، جوش وجذبے کی فراوانی،طویل عرصہ معرکہ آرائیوں میں دل چسپی جیسے عناصر بہت کم پائے جاتے ہیں ۔ ہندی ماحول کی عکاسی کرنے والی داستانوں میں بنیادی طور پرعشق اور دانش نمایاں رجحانات کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ہندی مزاج کی حامل داستانوں میں اگرچہ مردانہ مرکزی کردار ہمیشہ راجا ،مہاراجایا معاشرے کے اشرافیہ طبقے سے وابستہ افراد ہوتے ہیں لیکن نسوانی مرکزی کردار شکنتلا جیسی مظلوم و بے سہارا اور کام کندلا جیسی رقاصائیں بھی ہوسکتی ہیں جن کی کوئی نہ کوئی خوبی انھیں ہیروین کا درجہ دیتی ہے۔

ہندی داستانوں میں مرکزی مردانہ کرداروں کی شہرت میں ان کی عقلی صلاحیتوں کا خاص عمل دخل ہے ۔ مثلاً توتا کہانی میں مردانہ مرکزی کردار میمون ایک توتے کو اس کی سمجھ بوجھ کے پیش نظر خریدتا ہے اور سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی کو اس کی اجازت کا پابند بنا جاتا ہے ۔میمون نے توتے سے ساری داستان سن کر کہانی کے آخر میں اپنی بیوی کے کردار کو جانچا اور اسے کیفر کردار تک پہنچایا ۔اسی طرح مادھونل اور کام کندلا کے مرکزی کرداروں میں بھی دانش مندی اور مہارت فن سب سے نمایاں اوصاف ہیں ۔شکنتلا میں عشق کی وارفتگی اور اثبات کردار و ذات اہم عناصر ہیں ۔ بیتال پچیسی میں راجا بکرم کی اصل خوبی اس کی دانش مندی ہے جس کی وجہ سے وہ کامران رہتا ہے ۔سنگھاسن بتیسی میں بھی بیر بکرماجیت جنگجو یا مہم جو حکمران کی صورت میں سامنے نہیں آتا بلکہ وہ رعایا نواز،سخی،دانش منداور لوگوں کی مدد کرنے والا عادل حکمران ہے۔افسانہ عشق یعنی قصہ نل و دمن میں بھی دونوں مرکزی کردار اسی روایت کے امین ہیں ۔ راجانل کے کردار میں عشق اور دانش کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔اور رانی دمن،ستی ساوتری ہے جونل کے ساتھ جینے اور مرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے ۔کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان میں بھی کنوراودے بھان ایک سادہ مزاج عاشق جس کی زندگی میں بس ایک ہی حسینہ آئی ہے جس کی خاطر وہ بے قرار ہے مگر شرم وحیا کا پاس دار بھی ہے ۔ رانی کیتکی بھی لاج کی ماری ہے مگر اپنی وفا پر آنچ نہیں آنے دیتی ۔

ہندی پس منظر کی حامل ان ساتوں داستانوں میں مردانہ مرکزی کردار دھیمے مزاج کے حامل ،عاقل ، باہنر اور صلح پسند کردار ہیں ۔سنگھاسن بتیسی اور بیتال پچیسی کے مردانہ مرکزی کرداروں کی عاشقانہ زندگی کی تصویر پیش نہیں کی گئی ۔مگر بقیہ پانچوں داستانوں کے ہیرو باوفا ہیں اور ان کی زندگی میں ایک ہی نسوانی کردار کی گنجائش ہے ۔ ان داستانوں کے مرکزی کرداروں کے لیے ہندووانہ معاشرے کے عین مطابق تعدد ازدواج کی گنجائش نہیں ۔نسوانی مرکزی کردار بھی روایات کے پاسدار ہیں ۔ ان میں شراب نوشی،محفل آرائی اورعشق بازی کی علتیں نہیں ۔ سوائے خجستہ کے جو ایک معتوب کردار کی صورت میں پیش کی گئی ۔جب کہ دیگر رومانوی داستانیں ہیں جن میں ایک فرد ہمیشہ دوسرے فرد سے مخلص رہتا ہے ۔اور پوری جان نثاری کے ساتھ وفا نبھاتا ہے ۔چاہے وہ مادھونل اور کام کندلا ہوں ، راجانل اور رانی دمن ہوں یارانی کیتکی اور کنور اودے بھان ہوں ، کہیں اگر عارضی جدائی کی کیفیت پیدا بھی ہوتی ہے تو کرداروں کا باہمی اخلاص اسے شکست دے دیتا ہے ۔ ہندی پس منظر میں لکھی جانے والی داستانیں اپنے موضوعات اور کرداروں کے اعتبار سے زیادہ وسعت نہیں رکھتیں بلکہ جامع اور مختصر ہیں ۔

فارسی ادب سے اردو میں منتقل ہونے والی داستانیں عشق ، تلاش اور سفر کی حقیقی روداد ہیں ۔ ان داستانوں کے مرکزی کردار رومان پروری ، اثبات ذات،دوسروں کی مدد،امن پسندی اور شائستگی کے حوالے سے اپنی پہچان خود کراتے ہیں ۔ فارسی سے ماخوذ

داستانیں بھی تہذیبی مرقع نگاری کے بہترین نمونے پیش کرتی ہیں ۔ ان داستانوں کے کردار ہندوستانی ماحول میں لکھی جانے والی داستانوں کے کرداروں سے مختلف ہیں۔اس ماحول میں زیادہ وسعت ہے۔کردار اندرون بین نہیں بیرون بین ہیں۔سب رس ، آرائش محفل، نو آئین ہندی ، نثر بے نظیر ، مذہب عشق،گلزار چین،گلزار دانش، چار گلشن ،قصہ گل وصنوبر اور قصہ بہرام گور وغیرہ میں داستان کے مرکزی کردار نہ صرف رومانویت کے نمایندے ہیں بلکہ وہ جدو جہد کے ذریعے اپنی زندگی میں خوشیاں لاتے ہیں ۔ ان داستانوں میں مافوق الفطرت واقعات، غیبی امداد اور سحر کاری کے عناصر بھی موجود ہیں لیکن بنیادی طور پر فارسی سے اردو ادب میں ترجمہ ہونے والی داستانیں رزم نامے نہیں ۔ ان داستانوں کے مرکزی کردار عاشق جاں باز تو ہیں لیکن امیر حمزہ اور شہزادہ معزالدین صاحب قرآن اکبر کی طرح جنگجو اور مہم باز نہیں ہیں ۔ ان کرداروں کا بنیادی مقصد تکمیل ذات ہے۔

اردو داستان نگاری کے سلسلے میں ایک اہم اضافہ وہ طبع زاد داستانیں ہیں جو فورٹ ولیم کالج سے پہلے اور اس کے عہد میں مختلف افراد نے تحریر کیں۔ ان داستانوں میں قصہ مہر افروز و دلبر ،عجائب القصص، فسانۂ عجائب،سروش سخن،طلسم حیرت ، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی اور سلک گوہر شامل ہیں ۔ان طبع زاد داستانوں میں قصہ مہر افروز و دلبر میں فارسی داستانوں کا رنگ ڈھنگ ہے ۔ کردار بھی فارسی داستانوی کرداروں جیسے ہیں ۔ عجائب القصص شاہانہ طرز زندگی کی سچی تصویر پیش کرتی ہے ۔اپنے مزاج کے اعتبار سے فارسی داستانوں کے قریب تر ہے ۔ سروش سخن اور طلسم حیرت جو فسانۂ عجائب کی حمایت اور مخالفت میں لکھی گئیں ۔ فارسی داستانوی روایت سے متاثر ہیں جب کہ کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی تمام تر فضا ہندی ہے اور یہ اپنے کرداروں اور بنت کے اعتبار سے سنسکرت یا ہندی سے ماخوذ داستانوں کے بہت قریب ہے ، جب کہ سلک گوہر ایک تجربہ ہے جو بے نقط عبارت میں تحریر ہوئی تاہم یہ بھی فارسی داستانوں کے ماحول کو ظاہر کرتی ہے ۔

داستان کے تینوں اہم ادوار میں شامل داستانیں ، خواہ وہ فارسی سے ماخوذ ہوں یا عربی سے ، چاہے ان کا تعلق سنسکرت کے ادبی ذخیرے سے ہو جس جذبے کا مشترکہ اظہار کرتی ہیں وہ عشق کا جذبہ ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد خان لکھتے ہیں:

> عشق روز مرہ زندگی کی سطح سے اٹھا کر وجود کے اعلیٰ مدارج کی طرف لے جاتا ہے ۔یہ روح کی خیر کی طلب کے لیے نہ بجھنے والی پیاس ہے ۔ یہ کائنات کا مرکزی اصول ہے ۔۔۔خالص عشقیہ کہانیوں کا مرکزی کردار عموماً خارجی دنیا میں اتنا فعال نہیں ہوتا جیسا کہ داستانوں کا ہیرو ہوتا ہے ۔[۲]

داستان کے مرکزی کردار اگرچہ بظاہر ایک جیسی صفات کے حامل دکھائی دیتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کردار مثالی یا ٹائپ کردار ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے ۔ مثالی دکھائی دینے والے یہ کردار بھی متحرک اور فعال ہیں اور ان کو ایک ہی خانے میں نہیں رکھا جا سکتا بلکہ نہایت آسانی سے ان کرداروں کے حوالے سے ان کر گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔

داستان کی دنیا میں مرکزی کردار مختلف اعمال و افعال کے نمایندے کے طور پر سامنے آتے ہیں مثلاً مہر افروز ، آزاد بخت ، آرام دل ، جان عالم ،شجاع الشمس ، کنور اودے بان ،رضوان شاہ ، ملک روس ، جہاندا سلطان اور بہرام گور طلب اور تلاش کے نمائندے ہیں ۔ ان کے کرداروں کی بنت میں جستجو کا جذبہ شامل ہے جو انھیں تحریک عطا کرتا ہے اور حصول منزل کے لیے آمادہ بہ سفر کرتا ہے ۔

ملک محمد ، راجا نل، بے نظیر، گل ، راجا دشمنت ، ہرمز، مہر افروز اور نگار عالم رومان کے ترجمان ہیں ۔ ان کے کرداروں میں بنیادی وصف ان کی رومان پسندی ہے جو انھیں مرکزیت کا حق عطا کرتی ہے۔

تاج الملوک ،شہزادہ ممتاز ، الماس روح بخش کو اپنی ذات کے اثبات کا سفر درپیش ہے ۔ تاج الملوک اور شہزادہ ممتاز کو اپنے ماحول میں عداوتوں کا سامنا ہے ۔ ان عداوتوں پر فتح یاب ہونے کے لیے یہ مرکزی کردار میدان عمل میں اتر کر فتح یابی سے ہم کنار ہوتے ہیں ۔ جدو جہد اور جراَت مندی ان کرداروں کا طرہ امتیاز ہے ۔

امیر حمزہ اور معزالدین صاحب قران اکبر جنگ جو ہیرو ہیں ۔ جو معاون قوتوں کے بل بوتے پر فتح یاب ہوتے ہیں اور معرکہ در معرکہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں ۔ اول الذکر زیادہ معتبر اور زندہ جاوید کردار ہیں اس لیے کہ ان کی جدوجہد محض اپنی ذات کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کے بیشتر معرکے کفر و اسلام کی جنگ کی صورت میں ہیں ۔ نیز امیر حمزہ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کے لیے بھی مشہور ہیں جب کہ معزالدین کا سارا زور ملکہ شمسہ تاجدار کے حصول کے لیے ہے۔

راجا بکرم ، راجا بیر بکرما جیت ، مادھونل اور میمون کے کردار اپنی دانش اور ذکاوت کے باعث یاد رکھے جانے کے قابل ہیں ۔ کیوان شاہ اردو داستان کا ناپسندیدہ مرکزی کردار کہا جاسکتا ہے اس کے کردار کی سب سے نمایاں خصلت اس کی عیاشانہ اور پر ہوس سوچ ہے ۔جس نے اس کے کردار کے مثبت پہلوؤں پر پردہ ڈال رکھا ہے ۔

شہر یار کا کردار نفی و اثبات کی علامت ہے ۔ وہ ایک ایسا کردار ہے جسے نفسیاتی اور عقلی طور پر اثبات کی راہ پر ڈالا گیا ۔ بحیثیت مجموعی تجسس اور اقرار صداقت کی ترجمانی کرنے والا کردار ہے۔

حاتم طائی وہ مرکزی کردار ہے جو بلند آدرش اور نظریے کی بقا کا ترجمان ہے ۔جو دوسروں کی مدد کی خاطر خود کو آزمائش میں ڈال کر اعلیٰ انسانی قدروں کی پاسداری کا نمائندہ بن کر سامنے آتا ہے حاتم طائی کی فیاضی اور خدمت خلق اسے اعلیٰ درجے کا مرکزی کردار بناتی ہے جو محض اپنی ذات کے لیے جدو جہد نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی مدد کا جذبہ اسے متحرک رکھتا ہے ۔حاتم طائی اردو داستان کی دنیا کا سب سے روشن کردار ہے۔

اردو داستان کے نسوانی مرکزی کردار اپنی ایک خوبی میں اشتراک کے حامل ہیں ۔ تمام مرکزی نسوانی کرداروں میں حسن مشترکہ وصف ہے ۔کبھی اس حسن کو خواب میں دیکھ کر شہزادے سفر پہ روانہ ہوتے ہیں ،کبھی اس حسن کی تصویر دیکھ کر ہوش وحواس گم کر بیٹھتے ہیں اور کبھی اس حسن کا تذکرہ سن کر تلاش کی راہوں پہ چل نکلتے ہیں ۔اردو داستان کے نسوانی مرکزی کردار بھی کئی اوصاف کے ترجمان ہیں ۔ ان حسین وجمیل دوشیزاؤں میں گل بکاؤلی ، گیتی افروز ، روح افزا ،حسن بانو اور دلبر جیسی انسان دوست پریاں بھی ہیں جو انسانوں سے محبت کے جذبے کی علم بردار ہیں ۔ ان پری زاد معشوقاؤں کی فطرت میں شوخی ،شرارت، تند خوئی اور جاں سپاری کی خصوصیات انھیں زندگی کی خاص چمک عطا کرتی ہیں ۔انھی کرداروں میں اعلیٰ بصیرت و دانش کا شاہکار شہزادی حسن بھی ہے جو ایک اعلیٰ کمان دار کی صورت میں نظر آتی ہے ۔

شہزادی دمشق ایسا شاہی کردار ہے جس کی فطرت میں انتقام کا جذبہ شامل ہے جو اسے مہمل کردار نہیں بننے دیتا ۔داستان کی اس نگری میں شرائط پیش کرنے والی حسینائیں بھی ہیں ۔ عجائب القصص کی ملکہ نگار ، گیتی افروز ،حسن بانو ، مہر انگیز ، بے نظیر اور شمسہ تاجدار اس کی

واضح مثالیں ہیں ۔

ان کرداروں میں شمسہ تاجدار جیسی عالی مرتبت شہزادیوں کے پہلو بہ پہلو کا م کندلا جیسی عام طبقے سے تعلق رکھنے والی رقاصائیں بھی شامل ہیں مگر مرکزی کرداروں کی صف میں شامل ہونے کے لیے ان کے کرداروں میں ایسے عناصر بھی بخوبی سمو دیے گئے ہیں جو انھیں اعلیٰ درجے کا کردار عطا کرتے ہیں مثلاً کام کندلا کی وفا شعاری اور فن رقص میں کمال اس کے کردار کی پہچان ہے ۔

داستان کے مرکزی نسوانی کرداروں میں خجستہ جیسی بے وفا اور دمن کی طرح باوفا بدر منیر اور انجمن آرا کی طرح سادہ دل و سادہ بیان ، فرخندہ جیسی ذہین ، شکنتلا ، مہر و ر بانو ، ملکہ گوہر آراء ، شہزادی گل ، نگارارم ، شہزادی ماہ ، مہر نگار ، رانی کیتکی اور حسن بانو جیسی عاشق صفت محبوبائیں بھی شامل ہیں ۔ ان کرداروں میں اگر کا کردار سب سے منفرد ہے جو مرد بن کر حکومت کرتی اور معرکہ آرائیوں میں حصہ لیتی ہے گو یہ کردار شاندار نہیں لیکن روایتی نہ ہونے کی بنا پر دل چسپ ہے ۔

اردو داستان کا سب سے لا زوال اور خوبصورت کردار شہرزاد ہے ۔جس کی ذہانت وہ سب سے بڑی خوبی ہے جو اسے قتل گاہ میں زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کرتی اور اس ظالمانہ صورت حال سے باہر نکلنے کے قابل بناتی ہے ۔ درحقیقت شہرزاد اردو داستان ہی کا نہیں عالمی ادب کا شاہ کار کردار ہے ۔

داستان کے مرکزی کرداروں کو جدید افسانے یا ناول کے کرداروں کی نسبت مختلف صورت حال کا سامنا تھا۔ اس دور میں ذرائع آمدو رفت محدود تھے ۔ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے میں ہفتوں ،مہینوں درکار تھے ۔داستان نگار نے اپنے مرکزی کردار کو اس الجھن سے نکالنے کے لیے وقت کے عنصر کو اپنی مرضی کے تابع کر دیااور زمان و مکاں کے فاصلے اپنی سوچ کے مطابق متعین کر دیے ۔ اس نے اپنی ندرت فکر سے صدیوں کے فاصلے لمحوں میں سمیٹ دیے ۔ہیرو کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے لیے جدید ذرائع نقل وحمل دستیاب نہیں تھے ۔ داستان نگار نے ہیرو کو اپنے ذہن رسا کی مدد سے اڑن کھٹولا دے دیا ۔ یہ مافوق الفطرت فضا کی کارستانی کہی جا سکتی ہے لیکن وقت نے آج کے عہد میں اسے ممکن بنا دیا ۔اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں :

> آج ہم جنھیں اپنی نا رسائی کی بدولت مافوق الفطرت کا نام دیتے ہیں وہ کسی بعید ترین زمانے میں حقیقت رہی ہوں اورصرف اپنی لاعلمی کی بنا پر ان کارناموں کو انسان کے بجائے مافوق الفطرت کا رنامے خیال کرتے ہیں ۔ پرانے زمانے کا اڑن کھٹولا ہمیں حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے لیکن آج ہم اپنی آنکھ سے انسان کو فضا میں اڑتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوتی ۔[۳]

مافوق الفطرت قوتوں کی موجودگی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ حقیقت بھلا دی جاتی ہے کہ حضرت سلیمانؑ جنھیں تمام الہامی مذاہب تسلیم کرتے ہیں ، کا تخت ہوا میں پرواز کرتا تھا اور نہ صرف جن ان کے تابع تھے بلکہ وہ حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے ۔ ملکہ بلقیس کا تخت انتہائی قلیل مدت میں اس کی آمد سے پہلے منگوا لیا گیا تھا ۔ مافوق الفطرت محض داستان نگار کی تخیل پردازی نہیں بلکہ اس کا حقائق سے بھی تعلق ہے ۔

داستان کے ہیرو کے پاس جدید ذرائع ابلاغ نہیں تھے جس کی مدد سے وہ دور دراز کی خبر رکھ سکتا سو داستان نگار نے اسے

کسی سبز پوش توتے کی رفاقت بخش دی جو دور دراز دیس میں بسنے والی شہزادی کے حسن و جمال کے قصیدے بیان کرتا اور شہزادے کے سفر کا باعث بنتا۔

داستان کے ہیرو کو تبدیلی قالب کا بھی اختیار تھا۔ کہیں اس کے کردار میں تبدیلی لانے کے لیے اس کی ماہیت بدلی گئی اور کہیں اسے کسی مرد بزرگ نے قالب بدلنے کا فن سکھایا جیسے فسانۂ عجائب میں جان عالم کو سکھایا گیا۔ تبدیلیٔ قالب کی اس صورت حال کی یقیناً مابعد الطبیعاتی تشریح ممکن ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان لکھتے ہیں:

> تبدیلیٔ قالب کی صورت حال ہیرو کے سفر میں ایک عارضی صورت حال ہے جس میں پھنس جانا کہیں وجود کی ہر سطح سے رابطے کی ایک صورت ہے اور کہیں کسی عارضی کمزوری کا شاخسانہ۔[۴]

داستانوی ہیرو کو بیرونی امداد کا ملنا بھی داستان کا ایک اہم موضوع ہے۔ آج کے عہد کے ہیرو کو اپنے ماحول میں شر کی قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے بھی بیرونی امداد درکار ہوتی ہے۔ جدید ہتھیار ہاتھ میں لے کر میدان میں آتا ہے۔ اس کے بلانے پر تربیت یافتہ مسلح سپاہی آجاتے ہیں۔ داستان کے ہیرو کو بھی مشکل صورت حال درپیش تھی جس سے نمٹنے کے لیے وہ اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق تعویذ سلیمانی، خواجہ خضرؑ اور دعائے سیفی کا سہارا لیتا تھا۔ داستان نگار اسے برتر ثابت کرنے کے لیے اس کا چناؤ ہی طبقہ اشرافیہ سے کرتا تھا تاکہ اپنی سماجی برتری کی بنا پر وہ تنقید سے ماورا رہ سکے۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> داستان میں ہیرو اور ہیروین کے لیے شہزادے یا شہزادی کا انتخاب دانستہ کیا جاتا ہے۔ اس سے داستان کی فضا کو عام آدمی کی زندگی سے الگ تھلگ اور پرشوکت بنانے میں مدد ملتی ہے۔[۵]

داستان کے مرکزی کردار طلسم شکن بھی ہوتے ہیں۔ امیر حمزہ اور شہزادہ معز الدین طلسمات کے بڑے فاتحین میں سے ہیں۔ امیر حمزہ سب سے بڑے طلسم یعنی طلسم ہوش ربا کو فتح کرتے ہیں اور شہزادہ معزالدین بھی صاحب قران اعظم اور صاحب قران اصغر کی نسبت زیادہ طلسم فتح کر کے صاحب قران اکبر کا لقب پاتے ہیں۔ طلسم کے وجود کے حوالے سے محمد حسین جاہ طلسم ہوش ربا کی جلد اول میں لکھتے ہیں۔

> طلسم میں رات اور دن ہوتے ہیں۔ دنیا بھی مثل طلسم ہے اور باطل ہونا اس طلسم کا روز قیامت ہے کہ جو لوگ اس میں پھنس گئے ہیں وہ اس کے ٹوٹنے سے اپنے مسکن اصلی پر پہنچیں گے۔ اگر ناری ہیں تو جہنم اور ناجی ہیں تو فردوس میں۔[۶]

طلسم ہیرو کے راستے میں ایک رکاوٹ کی صورت میں موجود ہوتے ہیں جو اس کے عزم اور ارادے کو بیدار کرتے ہیں اور اسے ہر رکاوٹ سے نبرد آزما ہونے کا درس دیتے ہیں۔ داستان امیر حمزہ اور بوستان خیال کے علاوہ آرائش محفل، گلزار چین، سروش سخن، مذہب عشق، قصہ ممتاز اور طلسم حیرت میں بھی طلسمات پائے جاتے ہیں اور مرکزی کردار کا ان طلسمات سے بخیریت نکلنا ہی اس کی مردانگی ہے۔

داستان کے مردانہ اور نسوانی مرکزی کرداروں کو جن کیفیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں بھٹک جانا بھی شامل ہے۔ ''سب رس''، قصہ مہر افروز و دلبر، عجائب القصص، آرائش محفل، گلزار چین، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان اور قصہ مہر و ماہ میں مرکزی

کردار کبھی کسی ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے ہوئے بھٹک جاتے ہیں،کبھی کوئی خوب صورت پرندہ انھیں اپنے تعاقب کی دعوت دیتے ہوئے اصل راستے سے بھٹکا دیتا ہے اور پھر بڑی کوشش کے بعد مرکزی کردار اپنی منزل کی طرف گامزن ہوتے ہیں ۔مرکزی کردار کی اس مشکل کے حوالے سے جیلانی کامران لکھتے ہیں :

> لوگ ،جانور ، پرندے ،پریاں ، دیواور پرانے مذاہب کے دیوتا ،،سب شہزادے کے خلاف صف آرا ہوتے تھے ۔ شہزادہ سب کے ساتھ نبرد آزما ہوکر ان کی وفاداریوں کو جیتتا ہارتا ہوا ان کے سرکش وجودکو مسخر کر کے اطاعت اورفرمانبرداری کی وحدت میں لے آتا تھا۔[۷]

وجود کا پتھرا جانا داستان کے ہیرو یا ہیروین کے لیے سب سے تکلیف دہ صورت حال ہے ۔یہ صورت حال بھٹک جانے کی کیفیت سے زیادہ مشکل ہے کیوں کہ اس میں مرکزی کردار پر جمود طاری ہو جاتا ہے ،اس کی حرکت کی قوت سلب ہو جاتی ہے اوروہ مکمل طور پر بے بس ہو جاتا ہے ۔ اس موقع پر گویا ہیرو اور حصول منزل کے درمیان اذیت ناک وقفہ آجاتا ہے ۔ہیرو کے بدن کا پتھر میں بدل جانا لا محدود کو محدود کر دینے کے مترادف ہے ۔ اس صورت کے حوالے سے جیلانی کامران لکھتے ہیں:’’پتھر‘‘ بدن کی علامت بن کر تصور کو قرب اوردوری کی سرحدوں میں پھیلا دیتا ہے‘‘[۸]

داستان کی دنیا میں گل بکاؤلی کا نصف بدن پتھر کا ہوجانا ، جان عالم کے لشکر کا پتھرا جانا اور آرائش محفل میں بھی اسی قسم کی واردات کا ملنا ایک وقتی رکاوٹ کی علامت ہے جسے کوئی بیرونی قوت ختم کر دیتی ہے اور ہیرو یا ہیروین کا سفر پھر سے شروع ہوجاتا ہے ۔

داستانوی ہیرو کو طلسمات ،مہمات ،تبدیلیٔ قالب، پتھرا جانے اور بھٹک جانے کا ہی سامنا نہیں ہوتا بلکہ ہیرو کا حقیقی مفہوم پانے کے لیے اسے کسی جادوگر ،عفریت،پیر تسمہ پایا دیو کے علاوہ کسی رقیب روسیاہ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے ۔یہ محاذ آرائی اس کے کردار کو روشن کرتی ہے ۔ہیرو کی اس کش مکش کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر شفیق احمد لکھتے ہیں :

> داستانوں میں ہیرو کی شہرت کا سبب ویلین سے تصادم ہونا ہے اگر بختک اور بختیارک نہ ہوتے تو امیر حمزہ کا کردار ، افراسیاب و مہ لقا نہ ہوتے تو اسد اور ایرج کے کردار اتنے دلکش اور روشن نہ ہوتے ۔۔۔شر کی طاقتیں ایک طرف نیکی کی طرف مائل کرتی ہیں تو دوسری طرف ہیرو کو حیات دوام بخشتی ہیں ۔[۹]

داستان کا ہیرو معمولی انسان نہیں ہوتا وہ مثبت قوتوں کا ترجمان اور نمائندہ ہوتا ہے۔ برصغیر میں داستان نگاری کی روایت کو اگرچہ ترقی اس دور میں ملی جو معاشرتی انحطاط کا دور تھا لیکن اس کے باوجود داستان کے مرکزی کردارزندگی کے ترجمان ہیں ۔اپنے مخصوص رویوں کے حوالے سے یہ کردارآگے بڑھنے کا درس دیتے ہیں ۔تمام مرکزی کرداروں کو بے عمل اور مہمل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ یہ کردار زندگی کے سرد و گرم کی روداد بیان کرتے ہیں۔

اردو داستان کے نسوانی مرکزی کردار بھی محض حسن و جمال کی بنا پر قابل مطالعہ نہیں بلکہ ان کرداروں میں دانش مندی اور وفا بھی نمایاں عناصر ہیں ۔شہزادی دمشق اپنی توہین کا بدلہ بھر پور ذہانت اور کامیاب حکمت عملی سے لیتی ہے ۔آج سے کئی سال بیشتر تخلیق ہونے والے اس کردار کی یہ خوبی آج بھی متاثر کن ہے ۔

اگر گل کے قصے میں لاکھ خامیاں سہی لیکن داستان نگار نے عورت کے حق حکمرانی کو تسلیم کر کے بالواسطہ آزادیٔ نسواں کی

بات کی ہے اور یہ بات اس دور میں کی گئی جب عورت کی حیثیت گھریلو باندی سے زیادہ نہیں تھی ۔ اگر کے کردار کے ذریعے عورت کے مقام و مرتبے اور وجود کو تسلیم کیا گیا ۔ الف لیلیٰ و لیلیٰ کی شہزاد کا کردار عورت کا مثالی کردار ہے ۔ جو اپنی ذہانت سے نہ صرف خود اپنی ذات کی بقا کا باعث بنتی ہے بلکہ اس کی وجہ سے عورتوں کے قتل عام کا بھیانک سلسلہ رک جاتا ہے۔

اردو داستان کے مردانہ مرکزی کردار ہوں یا نسوانی مرکزی کردار ، دونوں کو بلاشبہ صرف خوبیوں کی پوٹ نہیں کہا جاسکتا ۔ ان کرداروں میں خامیاں بھی موجود ہیں لیکن داستان کے مرکزی کردار کا طبقۂ بالا سے تعلق ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ خامیوں کی طرف قاری کی توجہ ہی مبذول نہ ہو۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں :''ہیرو کا یہ تخیل اس آمرانہ اور جاگیردارانہ نظام حکومت کی یادگار ہے جس میں انسان کا سماجی شعور حکمران طبقے کو من جانب اللہ مامور کرتا تھا۔''[۱۰] چناں چہ اس بیان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ داستان کا ہیرو کوئی ماورائی مخلوق نہیں بلکہ اپنے عہد کی اجتماعی سوچ کا آئینہ دار ہے ۔

اردو داستان کے مرکزی کرداروں کو چاہے جدید ادب کے معیار پر پرکھا جائے یا ان کا تجزیہ داستان کے عہد میں رہ کر کیا جائے ۔ دونوں صورتوں میں یہ کردار اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہیں ۔

داستان بادشاہت کے دور سے تعلق رکھتی تھی ۔ بادشاہت کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ عظیم صنف سخن بھی دم توڑ گئی ۔ داستان نگارروں نے بدلتے ہوئے ادبی رجحانات قبول نہ کیے ۔ ناول اور افسانے کی آمد نے اس ادبی صنف کو پس منظر میں دھکیل دیا لیکن آج بھی مختلف اصناف ادب میں داستان کے مخصوص رنگ ابھرتے نظر آتے ہیں ۔ اگر صرف کردار نگاری ہی کا تجزیہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ داستان کی دنیا میں کئی ایسے کردار ہیں جو اپنی ذات میں اتنے منفرد ہیں کہ جدید ادب اپنی تمام تر وسعت اور فنی لوازمات کے استعمال کے باجود ان کرداروں کا کوئی ثانی پیدا نہیں کر سکا ۔ یقیناً یہ داستان نگاروں کا بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ امیر حمزہ ، حاتم طائی اور عمرو عیار جیسے کردار اردو نثر کا لازوال سرمایہ ہیں ۔

داستان کے تمام نمایاں مردانہ مرکزی کردار و نسوانی مرکزی کردار ماضی کی محل سراؤں میں ایک اثاثہ بن کر براجمان ہیں جنھیں نئی نسل کے سامنے متعارف کروانے کی اشد ضرورت تھی تاکہ یہ جانا جا سکے کہ عہد ماضی میں کردار نگاری کی کیا صورتیں تھیں اور وہ کون سے کردار تھے جنھوں نے ایک زمانے تک عیش باغ ، جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں اور رام پور کے درباروں میں سحر طاری کیے رکھا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ داستان ماضی کے دھندلکوں میں کھوئی ضرور ہے مگر آج بھی اس عظیم ورثے کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کی ضرورت ہے ۔ اگر غزل اردو شاعری کی آبرو ہے تو داستان اردو نثر کا وقار ہے کیوں کہ یہ خالصتاً مشرقی ادب کی پیداوار ہے ۔ زیر نظر مقالہ اسی کھوئی ہوئی دنیا کی تلاش کی ایک کوشش ہے۔

حوالہ جات

a۱۔ سہیل بخاری ، ڈاکٹر ، اردو داستان ، مقتدرہ قومی زبان ، پاکستان ، اسلام آباد ، ۱۹۸۷ء ، ص ۵۲۳

۱۔ سید عبداللہ ، ڈاکٹر :'' ادب وفن '' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ، لاہور ، ۱۹۸۷ء ، ص ۲۹

۲۔ سہیل احمد خان ، ڈاکٹر :'' داستانوں کی علامتی کائنات '' کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ۱۹۸۷ء ، ص ۳۷

۳۔ فرمان فتح پوری ، ڈاکٹر :'' اردو کی منظوم داستانیں '' انجمن ترقی اردو ، پاکستان ، ۲۰۰۲ء ، ص ۵۱

۴۔ سہیل احمد خان ،ڈاکٹر :''داستانوں کی علامتی کائنات'' ص ۶۱

۵۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر :''اردو کی منظوم داستانیں'' ص ۵۵

۶۔ جاہ ،محمد حسین : بحوالہ شمیم احمد'' طلسم ہوش ربا کی علامتی اہمیت'' مشمولہ ،'' داستاں در داستاں'' مرتبہ سہیل احمد ،قوسین ، ۱۵ سرکلر روڈ ، لاہور، بار اول ۱۹۸۷ء،ص۲۱۳

۷۔ جیلانی کامران :''مذہب عشق'' مشمولہ'' داستاں در داستاں'' ص ۱۲۱

۸۔ ایضاً،ص ۱۴۱

۹۔ شفق ،شفیق احمد ،ڈاکٹر :''اردو داستانوں کا تصور ویلین کا تصور'' نشاط آفسٹ پریس ، ٹانڈہ ،فیض آباد (انڈیا) ۱۹۸۸ء،ص ۳۷

۱۰۔ فرمان فتح پوری ،ڈاکٹر:'' اردو کی منظوم داستانیں'' ص ۵۴